للکتاب والحکمۃ

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران ع ۱۱ ۔ پ ۴)

"ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے باہم تفریق کرلی اور واضح حقائق کے بعد باہم اختلاف کرلیا۔ ان کے لیے آزاردہ عذاب ہے۔"

ایک مفہوم تو اس کا یہ ہے کہ جو لوگ واضح آسمانی ہدایات کے برعکس اپنی من مانی کرتے رہے، جدھر جی چاہا رخ کرلیا اور ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں بنا کر ملی وحدت کو پارہ پارہ کیا، تم بھی انہی کی راہوں پر نہ پڑ جانا ۔۔ یہ وہ صورت ہے جس میں فرقہ پرستوں کو "حق" سے وابستگی کا واہمہ ضرور لگ جاتا ہے، لیکن وضوح حق کے باوجود وہ اپنی روش پر نظر ثانی کی توفیق سے محروم ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے لیے بینات اور حقائق کے بجائے اوہام اور "دین آباء" میں زیادہ کشش ہوتی ہے اس لیے پوری ملت کے بحر بے کنار سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ فرقہ کی جوئے تنگنائے پر نہ صرف قانع بلکہ اس کار بے خیر کو کار خیر بھی تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے پوری ملت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر ذلیل و خوار ہو جاتی ہے، مگر اس کا ان کو احساس نہیں ہوتا ۔۔ یہ صورت بدنیتی سے زیادہ ذوق و ہوش کی کمی اور علمی کم مائیگی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ ان کے تفرقہ اور جماعتی پراگندگی کا محرک دلائل و براہین یا حق کا واہمہ نہیں ہوتا بلکہ محض مخالفوں کے خلاف ردِ عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے ان کی اسی حماقت یا کمزوری کا یوں ذکر کیا ہے۔

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (پ ۲ بقرہ ۔ ع ۲۶)

"اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی وہی (لوگ) اپنے پاس واضح احکام آنے کے بعد" آپس کی ضد" سے لگے باہم اختلاف کرنے۔"

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (پ۳۔ آل عمران ع۲)

"اور اہل کتاب نے جو مخالفت کی (حق بات کا) معلوم ہونے کے بعد (کی اور) آپس کی ضد سے (کی)"

یہ دونوں صورتیں گو ایک ساتھ چلتی آرہی ہیں تاہم مؤخر الذکر صورت نے بالخصوص زیادہ ترقی کی ہے یعنی نام نہاد جمہوری دور سے "مخالفت برائے مخالفت" کو نہ صرف آئینی تحفظ اور سرپرستی حاصل ہو گئی ہے بلکہ اس کو اپنا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیے وسائل بھی مہیا کر دیے گئے ہیں ـــ دوسری اقوام کا اس سے کچھ بگڑا یا نہ، اگر بگڑا تو کتنا؟ یہ تو وہ جانیں لیکن جہاں تک "قوم مسلم" کی بات ہے، اس کے بعد اس کے پلے میں کچھ نہیں رہا، دین نہ دنیا، عزت نہ طاقت، حال نہ مستقبل! کیونکہ اسلام میں تفرقہ کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ تفرقہ مذہبی نوعیت کا ہو یا سیاسی، کاروباری انداز میں ہو یا خانقاہی۔

اسلام میں تفرقہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ ملت اسلامیہ میں ایک سے زیادہ ایسی اکائیاں جو ہر ایک بجائے خود "امت" کہلائے، اپنے جداگانہ تشخص کے لیے بہر آئینہ مصر رہے اور علمی قسم کی چند جزئیات کو اساسی حیثیت دے کر ان کے گرد جمع ہو جائے، تفرقہ بازی اور فرقہ بندی ہے۔ قرآن حکیم نے اس ذہنیت کی سخت تردید کی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کسی سے بھی آپ کا تعلق نہیں ہونا چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (پ۸۔ الانعام ع۲۰)

"(اے پیغمبر!) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (ایضاً)

"ان کا معاملہ بس خدا کے حوالے (کہ وہ خود ان کا حساب لے لے گا) پھر وہ جو کچھ کرتوت کیا کرتے تھے (ان کا نیک و بد) ان کو بتا دے گا۔"

پیغمبر خدا امت کے رہنما ہوتے ہیں، فریق نہیں ہوتے، وہ تو اس لیے مبعوث ہوتے ہیں کہ دنیا میں "دین توحید" کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کر دیں، توحید، ایک ہو کر ایک خدا کے گرد جمع ہو جانے کا نام ہے، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ: جب مطلوب ایک خدا ہو تو پھر اس تک پہنچنے کے لیے

مختلف راہوں اور مختلف پگڈنڈیوں پر پڑ جانا مضر نہیں ہوتا، کیونکہ جب پہنچنا وہاں ہے تو پھر یہ اختلاف نقصان دہ نہیں رہتا، دراصل انھوں نے یہ باتیں کہہ کر افتراق اور انتشار کی راہیں ہموار کی ہیں، وہ غالباً مختلف پگڈنڈیوں کے خصائص، جداگانہ سفر کی نفسیات یا نتائج، آباد اور ویران راستوں کے امتیازات کو نہیں سمجھتے، مطلوب ایک ہونے کے باوجود ضروری نہیں کہ ہر راہ وہاں تک پہنچے بھی، یا پہنچتی وہ ہو تو "بہ سلامت روی و باز آئی" کے مصداق راہی کا یہ سفر خیر و خوبی سے طے بھی ہو جائے یا وہ بیداغ ہی رہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ سینکڑوں قافلے راستوں پر پڑ کر آفات کا شکار ہو کر مٹ گئے اور کچھ راستوں کے پیچ و خم میں یوں کھو گئے کہ پھر ان کا کوئی نشان نہ مل سکا۔ قرآن حکیم نے انہی بدنصیبوں کے لیے "ضالین" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ بہرحال قرآنِ حکیم نے ان نادان ہرجائیوں کے اس فلسفہ سے اتفاق نہیں کیا بلکہ بزور اور با اصرار فرمایا ہے کہ جو راستہ ہم نے تجویز کیا ہے صرف وہی مجھ تک پہنچتا ہے اور اسی پر چل کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرو اور ایک کارواں اور امت کی طرح ایک ہو کر یہ سفر اختیار کرو۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (پ۴۔ آل عمران ع۱)

"اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جاؤ۔"

فرمایا! اپنا ماضی اور اپنی تاریخ تمہارے سامنے ہے، پھر اس پر اچٹتی سی نگاہ ڈال کر یاد کرو کہ اس افتراق کا انجام کیا رہا، تمہاری مختلف پگڈنڈیوں کا نتیجہ کیا نکلا، اور ان پر پڑ کر تم کہاں سے کہاں پہنچے؟ پھر آخر ہم ہی نے تمہیں یکجا کر کے گلے ملا دیا۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (پ۴۔ آل عمران ع۱)

"اور اللہ کا وہ کرم یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے ویری اور) دشمن تھے، پھر اللہ نے (ہی) تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل (و کرم) سے بھائی (بھائی) ہو گئے۔"

فرمایا: یہ افواہ تو تمہارے کسی دشمن نے اڑائی ہے کہ: سفرِ حیات کا یہ اختلاف تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے، دراصل وہ چاہتے یہ ہیں کہ: تمہیں منزل کا سراغ ہی نہ ملے اور ٹھوکریں کھا کھا کر تم ان بھول بھلیوں میں دم توڑ دو۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ (پ۳۔ آل عمران ع۷)

"اور اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ تم راستوں میں ہی بھٹک کر رہ جاؤ۔"

جمہوری افتراق سیاست فراعنہ ہے ۔ افتراق اور انتشار کا یہ فلسفہ "فراعنہ" کی ایجاد ہے۔ کیونکہ جن ارباب اقتدار کی زندگیاں 'جاذب اور مبارک اقدارِ حیات' سے خالی ہوتی ہیں وہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگ ان کو نہ دیکھیں بلکہ ایک دوسرے کی کمزوریوں کی ٹوہ میں پڑے رہیں، ایک دوسرے کو ہی کوستے رہیں اور ایک دوسرے کے خلاف چڑھ دوڑنے کو ہی "جہادِ اکبر" تصور کرتے رہیں، بہر حال فرمایا: فراعنہ نے رعایا کو کمزور رکھنے کے لیے ان کو الگ الگ راستوں پر ڈالا، پھر انھوں نے ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنالیا اور ان کے بچوں کو بھی ذبح کر ڈالا تو وہ ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ (پ ۲۰۔ القصص ع ۱)

"واقعہ یہ ہے کہ فرعون سرزمین (مصر) میں بہت سرکش اور گردن فراز ہو گیا تھا۔ اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنے کے لیے ان کے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا اور ان کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا۔"

اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ یہ اسرائیلی اس کے سامنے "چوں" بھی نہ کر سکیں، اس کے لیے اس نے جو طریقہ سوچا، اسے فرعون کی اولیات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ ان کی افرادی قوت پر ضرب لگائی جائے، چنانچہ اس نے ان کے لڑکوں کو ذبح کرنا شروع کیا، اس ایک تیر سے بھی اس نے دو شکار کیے، ایک ان کی عددی قوت ختم کی، دوسرا ان میں خوف و ہراس بھی پھیل گیا، جس کی وجہ سے وہ واقعتہً چوں بھی نہ کر سکے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ: اب ان کو اپنا غلام بنانا آسان ہو گیا، جب کوئی قوم اپنے اندر "خوئے غلامی" کے لیے سازگاری پیدا کر لیتی ہے تو پھر وہ قوم "آقاؤں" کی خاک پا کو بھی اپنے لیے سرمۂ سلیمانی تصور کرنے لگ جاتی ہے، ان کی آنکھوں سے دیکھتی ہے، ان کے کانوں سے سنتی ہے، ان کی زبان سے بولتی ہے ع

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

فراعنہ کی اس "بدر دریافت" کے بعد دنیا بتدریج اس سٹیج پر پہنچی کہ: ملک اور قوم میں مختلف طبقات اور باہم مخالف گروہ نہ صرف وہ برداشت کر سکتی ہے بلکہ اگر وہ باہم برسرپیکار بھی ہوں تو بھی وہ اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتی، واقعہ یہ ہے کہ اس نئے "سیاسین سود" کی اصل غرض یہ تھی کہ لوگ باہم الجھے رہیں گے اور وہ خود بندر بانٹ کے منصب پر فائز رہیں گے

لیکن وہ کچھ زیادہ عرصہ پس پردہ نہ رہ سکے، اس لیے جب اس "سرد خانہ جنگی" میں قوم نے مفوضہ مگر مکروہ کورس کی تکمیل کر لی تو اب اس کے بیباک ہاتھ حکمرانوں کے گریبانوں کی طرف بھی بڑھنے لگ گئے۔ اس پر ان بد نہاد سیاسیین نے ایک نیا پینترا بدل کر قوم کو زبان اور قلم کی آزادی اور جمہوریت کی نوید سنا کر ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

ملی افتراق سیاسیین سوء کی سیاسی ضرورت ہے۔ زبان و قلم کی آزادی اور جمہوریت کی باتیں، صرف باتیں ہیں، اس سے ان کی اصل غرض یہ ہے کہ: اقتدار کی ہڈی اور مردار پر کسی طرح یہ سیاسی گِدھیں ٹوٹ پڑیں، باہم سر پھٹول ہوں اور ایک دوسرے کا گوشت نوچیں تاکہ ان کو اپنی پڑ جائے، اور تہی دامن سیاسی شاطروں کا ان کو ہوش نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جو لوگ ساری خرابی کے ذمہ دار تھے انہیں ان لوگوں نے اپنی آنکھوں پر بٹھا لیا۔ آپ اقوام و ملل کی اندرونی تخریب، ملی انتشار اور افتراق کا جب مطالعہ کریں گے تو یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کے پس پردہ سیاسی اغراض کا ہی ہاتھ رہا ہے کیونکہ ملک کے اندر طبقاتی کشمکش، بداعتمادی اور گروہی چپقلش، انتشار اور افتراق سیاسیین سوء کی ایک ایسی سیاسی ضرورت ہے جس کے بغیر ان کا زندہ رہنا محال ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب باڑیں ہی کھیت کو کھانے لگ جائیں تو اس کا کیا حشر ہوگا؟

قرآن حکیم نے مندرجہ ذیل آیت میں اسی قماش کے سیاسیین سوء (ان کو قرآنی زبان میں "منافقین" کا نام دیا گیا ہے) کا ذکر فرمایا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (پ۲۔ البقرۃ ع۲۵)

"اور (اے پیغمبر!) بعضا شخص ایسا بھی ہے جس کی باتیں آپ کو دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ بھی ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ (آپ کے) دشمنوں میں (سب سے) زیادہ جھگڑالو ہے۔ جب آپ سے واپس جاتا ہے تو اس تگ و دو میں لگ جاتا ہے کہ (خدا کی) زمین پر فساد برپا کرے اور کھیتی اور نسل کو تلف کرے۔"

اس کا یہ پہلو اور بھی شرمناک ہے کہ اس ذہنیت، کردار اور قماش کے لوگ یہ مکروہ دھندا تو خود کرتے ہیں لیکن اس کا الزام انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشینوں اور وارثوں کو دیتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ (پ۹۔ الاعراف ع۱۵)

"قوم فرعون کے اراکین نے (فرعون سے) کہا کہ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اسی طرح چھوڑے رکھے گا کہ وہ ملک میں فساد برپا کرتے پھریں"۔

بندۂ مسلم کی تبلیغی مساعی پر چیں بجبیں ہونا اور ان کو کرسی اور اقتدار کا بھوکا قرار دینا تو ان کا عام دستور چلا آرہا ہے اور تا آخر چلتا جائے گا۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (پ ۱۶ - طٰہٰ ع ۳)

"سب نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ دونوں (بھائی) جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو ملک سے نکال باہر کریں اور پھر وہ تمہاری شرف و عزت کی روایات پر قابض ہو جائیں"۔

اس پر ہم اس قماش کے لوگوں سے اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؏

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ان کی جماعت کے رکن بن کر نکلو۔ تخریب کاری کی اس سے بڑھ کر بھیانک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ: اپنی قوم کے بہتر حصے بجز ے کر کے، ان کو باہم لڑانے کے سامان کرنے پھر ان کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے بازاری اور ذلیل ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں؟ یہ بدنہاد لوگ یوں بھی منصوبے بنایا کرتے ہیں کہ بھائی اس پارٹی میں آج شمولیت اختیار کر لو اور کل کانوں پر ہاتھ رکھتے اور شور مچاتے ہوئے یہ کہہ کر نکل آؤ کہ او فوہ یہ تو بہت گھٹیا لوگ ہیں، دیکھنے میں بڑے بھولے بھالے اور بزرگ ہی بزرگ، مگر اندر جا کر دیکھا تو گرگ ہی گرگ۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (پ ۳ - آل عمران ع ۷)

"اور اہل کتاب کا ایک گروہ (اپنے لوگوں کو) سمجھاتے ہوئے کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، صبح کو اس پر ایمان لے آؤ اور شام کو اس کا انکار کر دیا کرو، شاید (اس تدبیر سے وہ مسلمان اپنے دین سے) پھر جائیں۔

دیانتدارانہ اختلافات کے یہ عنوان نہیں ہوتے، ایسی حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو معاملات کی حد تک بدنیت ہوتے ہیں، یہ بازاری انداز کسی ایسے شخص کا نہیں ہو سکتا جو ملک کا بہی خواہ اور شریف شہری ہو سکتا ہے۔

یہ اسلوب حیات کفار کا ہوتا ہے کہ بظاہر ایک نظر آئیں اور باطن میں پارہ پارہ ہوں۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (پ۲۸۔ حشر ع۳)

"(ان کے ظاہر حال کو دیکھیے تو) ان کو سمجھے کہ سب ایک ہیں حالانکہ (باطن میں) ان کے دل (ایک دوسرے سے) پھٹے ہوئے ہیں۔"

کفر ایمان اور عمل صالح کی اس اساس سے خالی ہوتا ہے جس کے بعد انسان ظاہری رکھ رکھاؤ کا محتاج نہیں رہتا، لیکن اہلِ ایمان بحمد اللہ اس خلا اور کمزوری سے پاک ہوتے ہیں اس لیے اس تصنع اور تکلف سے بھی یہ لوگ مبرا ہوتے ہیں جس کے بغیر اہل کفر کے لیے سینہ تان کر چلنا دشوار ہو جاتا ہے چنانچہ بدطینت غیر مسلم ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ وہ تمہیں بھی انہیں راہوں پر ڈال دیں، جن پر چل کر وہ منزل کھو بیٹھے ہیں۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ (پ۳۔ آل عمران ع۷)

"اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ایک گروہ دل سے یہ چاہتا ہے کہ، کاش! (کسی طرح) وہ تم کو بے راہ کر دیں۔"

تمہیں مسجدیں بنا کر دیتے ہیں کہ تمہارا اعتماد حاصل کر کے تمہیں پھاڑ سکیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (پ۱۱۔ التوبہ ع۱۳)

اور (ان میں سے) وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں اور (انکار وجود کی راہ ہموار) کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں اور (مسجد کی تعمیر کا سبب پوچھا جائے گا تو) قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہمارا تو صرف نیک ارادہ ہے (لیکن) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔

یہ کار خیر نہیں، شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ، ایسے کام جو ملی وحدت اور خوشگوار تعلقات پر اثر انداز ہوں، وہ بھلے کام نہیں ہو سکتے انھیں شیطانی کارستانیاں تصور کیا کیجیے!

قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل ع۶)

"(اے پیغمبر!) ہمارے بندوں کو سمجھا دو کہ (مخالفین سے بات کہیں بھی تو) ایسی کہیں کہ (اخلاقی اعتبار سے) بہتر ہو کیونکہ شیطان (نامناسب بات کہلوا کر) آپس میں فساد برپا کرواتا ہے۔"

کیونکہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں آپس کی بدمزگی اور بداعتمادی سے نجات دلائی ہے، اب وہ کام خدائی کام کیسے ہو سکتے ہیں جو تمہیں پھر باہم رقیب اور دشمن بنا دیں۔

اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا (پ۴۔ ال عمران ع۱۱)

"یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل و کرم سے بھائی (بھائی) ہو گئے۔"

فرمایا اگر شیطان گدگدائے بھی تو اس کے پھیر میں نہ آئیں، اللہ سے اس کی پناہ مانگیں اور حکمت الٰہی کے مطابق پیش آمدہ صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کیا کریں۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (پ۹۔ الاعراف ع۲۴)

"اور اگر شیطان کے گدگدانے سے کوئی گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو، وہ سب کی سنتا اور جانتا ہے، یہ ایک واقعہ ہے کہ جو پرہیزگار ہیں جب کبھی شیطان کی طرف کا کوئی خیال ان سے چھو بھی جاتا ہے تو وہ (فوراً) متنبہ ہو جاتے ہیں، پھر وہ اسی دم (راہِ صواب) دیکھنے لگ جاتے ہیں۔"

لَا تَنَازَعُوْا فرمایا: آپس کی تو تکار اچھی نہیں، اس سے ہوا اکھڑ جاتی ہے اور بھرم جاتا رہتا ہے۔ اگر کوئی بات ناگوار گزرے بھی تو بے حوصلہ ہونے کی ضرورت نہیں، ہمت اور حوصلہ سے اس مخمصہ سے نکلنے کی کوشش کریں ایسا نہ ہو کہ ایک مخمصہ سے نکلنے کے لیے اور سینکڑوں لاینحل مخمصوں کی داغ بیل ڈال دی جائے بلکہ کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اپنے معاملات کو حل کیا کرو، چونکہ سب مومن ہو اس لیے اللہ اور رسول کے فیصلے کے سامنے جھک جایا کرو، باہمی بدمزگی، افتراق اور تشتت سے نجات پانے کے لیے اس سے زیادہ صائب طریقہ اور کوئی نہیں ہے، آپس کے الجھاؤ سے مسائل الجھتے ہیں، سلجھتے نہیں ہیں۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (پ۱۰۔ انفال ع۶)

"اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور برداشت سے کام لو، اللہ تعالیٰ باہمت لوگوں کے ساتھ ہے۔"

اسباب کچھ ہوں، سیاسی ہوں یا معاشی، خانقاہی ہوں یا سماجی بہرحال ملتِ اسلامیہ کے مابین کشیدگی، تناؤ اور الجھاؤ دین نہیں ہے، دینی روح، ملی مزاج حالات اور وقت کے تقاضوں کے بالکل مخالف ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ سیاسیات، مذہب اور کاروبار کے نام پر اب اس کی سب کو کھلی چھٹی مل گئی ہے اور اس سرے سے لے کر اس سرے تک ایک جماعت اٹھتی ہے اور دوسری جماعت اور مکتب کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کرتی اور حکومتیں اس کو ان کا شہری حق تصور کر کے ملی وحدت کے خلاف ان کی تمام سرگرمیوں کو قانونی تحفظ مہیا کرتی ہیں اور پوری قوم کو سرد خانہ جنگی ...